www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

12/ جولائی 2013ء جمعۃ المبارک 03 رمضان ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر 25

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

کیٛاہ کرٕہ کیٛاہ کرٕہ ہَنہِ ہنہِ دَہ گوم
گوناہ گیٛم ژٔری تہٕ کَتہِ ووبرٕہ
میٹھِ تہٕ مٔدرِہ دِل سیٛاہ گوم
دَہ گوم پأنس رہ کَس کرٕ

افسوس صد افسوس خسارے پر خسارہ بھگتتا رہا گناہوں نے زیر بار کر ڈالا۔ تو اب کیسے اُبھر سکوں، آنکھیں بند کر کے دُنیا کی نعمتوں کا لطف اُٹھاتا رہا اور ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا اور خود کو خسارے میں ڈال دیا۔ قصور میرا اپنا ہے، دوسرے کو کیا قصوروار ٹھہراؤں۔

رمضان میں طلبہ وعلماء، عوام پر کس طرح محنت کریں؟

(مولانا) حذیفہ بن غلام محمد وستانوی

اِس وقت دنیا کی آبادی ۶/ارب سے سے زائد بیان کی جاتی ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چوتھائی یعنی تقریباً ایک سو پچاس کروڑ یعنی پندرہ سوملین کی تعداد میں دنیا کے تقریباً دوسو سے زائد ممالک میں پائے جاتے ہیں جس میں تین طرح کے لوگ ہیں: ایک مدارس میں پڑھنے پڑھانے والے۔ دوسرے کالجز میں پڑھنے پڑھانے والے۔ اور تیسرے دنیا بنانے کی خاطر زندگی بسر کرنے والے۔ پھر اس تیسرے طبقے کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو سیاست میں مشغول طبقہ، دوسرا تجارت میں مشغول طبقہ، تیسرا مزدوری کرنے والا طبقہ، اور اب بھیک مانگنے والوں میں بھی کافی اضافہ ہوگیا تو گویا وہ بھی ایک طبقہ، پھر اسی دنیا طلب طبقہ میں کچھ جدید تعلیم یافتہ کچھ دین کی بنیادی باتوں سے واقف اور اکثریت دینی ودنیوی دونوں تعلیم سے ناواقف اور جو جدید تعلیم یافتہ ہے اس کا حال تو اور بھی ابتر ہے، ان کی اکثریت اسلامی تعلیمات سے صرف ناواقف ہی نہیں بل کہ اسلامی تعلیمات اور عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات کے شکار ہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کی فکر سے دنیادار اور جاہل طبقہ میں ضرور دین کی فکر زندہ ہوئی ہے، مگر پھر بھی امت کی اکثریت اب بھی دین سے کوسوں دور ہیں؛ بل کہ ارتداد تک کی شکار ہیں۔ اور حیرت اس پر ہے کہ اس کو احساس تک نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا ذمہ دار کون؟ تو ظاہر سی بات ہے کہ جواب یہ ہوگا کہ کوئی ایک طبقہ اس کا ذمہ دار نہیں، بلکہ علماء بھی ذمہ دار، والدین بھی ذمہ دار، اور وہ لوگ خود بھی ذمہ دار ہیں جو دین سے دور ہیں، اس لیے کہ والدین نے بچپن میں انہیں دینی ماحول نہیں دیا اور نہ ہی اسلامی تربیت کی۔ علماء ذمہ دار اس لیے کہ انہیں تعلیم دین اور تبلیغ دین کی جیسی فکر اوڑھنی چاہیے تھی، نہیں اوڑھی بل کہ سرسری خدمت پر اکتفا کرلیا اور جاہل افراد خود بھی ذمہ دار اس لیے کہ اگر والدین نے تربیت نہیں کی تو شعور آنے کے بعد خود کو دین کی بنیادی باتوں کو جاننے کی فکر کرنی چاہیے تھی مگر ایسا نہیں کیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امت میں سب سے زیادہ فکر کس کو ہونی چاہیے؟ تو ظاہر سی بات ہے کہ علماء کو سب سے زیادہ فکر مند ہونا چاہیے؛ کیوں کہ وہی درحقیقت وارثِ انبیاء ہیں اور انبیاء تعلیم وتبلیغ دین کے لیے ہمہ وقت کمربستہ رہتے تھے، لوگوں کی چوکھٹ پر جا جا کر دین کی دعوت وتبلیغ کرتے اور تعلیم دیتے تھے وہ اس کا انتظار نہیں کرتے تھے کہ جن کو طلب ہوگی وہ آئیں گے بل کہ محاورہ کے برخلاف کنواں خود پیاسے کے پاس جاتا تھا، لہٰذا ہمیں بھی یہی طریقہ اپنانا ہوگا۔

اب اگر کوئی بہانہ کرنے لگے کہ ہم کو تو پڑھنے پڑھانے سے فرصت ہی نہیں تو ہم کیا لوگوں کے لئے دربدر ٹھوکریں کھاتے رہیں گے؟ تو مان لیا کہ ایک حد تک آپ کا یہ کہنا صحیح ہے لیکن تعطیلات اور خاص طور پر رمضان المبارک کی دو ماہ کی طویل تعطیلات آخر کس کام کی؟

تو آیئے! ہم تعطیلات کو اس امت میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے وقف کرنے کا عزم کریں جو امت ہمیں تعلیم وتعلم کے لیے فارغ کر چکی ہے وہ ہمارے مدارس اسلامیہ اور جامعات اسلامیہ کو لاکھوں، کروڑوں اور اربوں روپے دیتی ہے صرف اس لیے تاکہ دین صحیح معنی میں زندہ رہ سکے، اگر اپنے خون پسینے کی گاڑھی کمائی سال بھر ہم پر خرچ کرتی ہے تو کیا ہم ایسی محسن امت کے لیے دو ماہ نہیں وقف کرسکتے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن اللہ ہماری گرفت کرلے کہ تم نے امت کا اور میرا رزق کھا کر آخر امت کو جہنم سے بچانے کے لیے کیا کیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

عزیزو! امت کا ۶۰/ سے ۷۰/ فیصد بل کہ اس سے زائد طبقہ دین کی بنیادی تعلیمات سے بھی بالکل نابلد ہے اور اسّی سے لے کر نوّے فیصد طبقہ اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد سے گریزاں ہے، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ مساجد میں مصلیوں کے تناسب کو دیکھ لیجئے، جہاں مسلمانوں کے سوسو مکانات ہوتے ہیں وہاں مسجد میں دس پندرہ سے زیادہ مصلی آپ کو عام نمازوں میں نہیں ملیں گے اور فجر کا تو پوچھنا ہی کیا اگر پانچ بھی ہو تو غنیمت ہے۔ ذرا غور کا مقام ہے کہ یہ امت اللہ سے روٹھ کر کہاں جارہی ہے؟ تو آیئے پورے حوصلہ اور عزم کے ساتھ ہم امت پر دینی اعتبار سے محنت کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ رمضان میں امت پر محنت کرنے کا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔

سب سے پہلے امت میں دینی اعتبار سے پائی جانے والی کمزوریوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں، اس کے بعد یہ طے کریں گے کہ کس طرح مختصر وقت میں زیادہ سے زیادہ کمزوریوں کو دور کیا جائے۔

دینی پہلو سے امت کی کمزوری:

(۱) عقائد اسلامیہ سے ناواقفیت یا سرسری واقفیت۔
(۲) احکام سے ناواقفیت۔
(۳) قرآن سے دوری اور بُعد۔
(۴) حقوق العباد سے غفلت۔
(۵) حقوق اللہ سے پہلوتہی۔
(۶) اخلاق اسلامیہ سے بعد اور دوری۔

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

(۷) دنیا سے ضرورت سے زیادہ محبت۔
(۸) حساب اور آخرت کے عذاب، قبر اور عذابِ جہنم کی فراموشی۔
(۹) لایعنی میں ابتلاء وانہماک۔
(۱۰) سنت رسول سے تنافر اور کنارہ کشی۔
(۱۱) افکار باطلہ سے متأثر ہوجانا۔
(۱۲) شریعت کے مقاصد کو ضرورت کا اور ضرورت کو مقاصد کا درجہ دینا۔
(۱۳) آپسی بے جا اختلافات اور نفرتیں۔
(۱۴) اولاد کی اسلامی تربیت سے لاپرواہی۔
(۱۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کنارہ کشی۔
(۱۶) دعا سے غفلت۔
(۱۷) گناہوں میں انہماک۔ وغیرہ

امت مسلمہ اس وقت انتہائی کسم پرسی کے عالم میں مبتلا ہے، ہر طرف سے وہ فکری بحران میں پھنسی ہوئی ہے، ان حالات میں ہم علماء وطلبہ کی ذمہ داری ہے اور امت کا ہم پر حق ہے کہ ہم اس کی صحیح رہنمائی کریں، سب سے پہلے تو ہم مادیت، جاہ وعزت، منصب وعہدہ، مال ودولت کی لالچ سے اپنے آپ کو بچانے کی حتی المقدور کوشش کریں، کسی دین کا کام کرنے والے کے مخاصم اور مدِ مقابل ہرگز نہ ہوں، بل کہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بلا کسی دنیوی غرض کے محض اللہ کو راضی کرنے کے لے امت کا حق اور اپنا فریضہ سمجھ کر جتنا ہوسکے، امت کو دینی اعتبار سے خوب سے خوب فائدہ پہنچانے کی انتھک محنت اور کوشش کریں، اللہ ہم سب کو اخلاص کی دولت عطا فرمائے اور ہمارے اپنے نفس کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہماری ذات سے امت کو خوب فائدہ ہو اس کے اسباب مہیا فرمائے اور ہمارے دلوں میں امت کیلیے مؤثر اقدمات کرنے کی تدبیریں ڈال کر ہمارے لیے نجات کا راستہ ہموار کردے۔ آمین یارب العالمین!

امت میں دو طرح کے طبقے ہیں: ایک وہ جو عقائد سے بالکل نابلد ہے نہ اس کے پاس دینی تعلیم ہے نہ دنیوی تعلیم۔ دوسرا جو دنیوی تعلیم سے تو واقف ہے مگر دینی تعلیم سے یا تو بالکل دور ہے یا نا کافی حد تک واقف ہے۔ ہاں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو دونوں//

بقیہ صفحہ 4 پر……

www.khanqah.in

فریضۂ صیام کی حکمتیں - 1

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلوں پر کیے گئے تھے تاکہ شاید تم میں تقویٰ پیدا ہو'' (البقرہ)

اسلام اپنے پیرووں کو جس اعتدال، ضبطِ نفس، اطاعت اور روحانیت کے کمال تک پہنچانا چاہتا ہے اس کیلئے اس نے دو راستے اختیار کیے۔''

جو اَشیاء اور اعمال انسان کی زندگی میں خود فراموشی سخت بے اعتدالی، معصیت اور ارتکابِ جرم کی طرف طبعی میلان، پستی اور بے عملی کی طرف رجحان اور سرکشی کی طرف رغبت، دنیا کی زندگی کی بڑھی ہوئی ہوس، اور تعیش وفسق وفجور کا بحران، بے حیائی اور بے غیرتی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں ان سب کو اس نے ابدی طور پر انسان کیلئے ممنوع قرار دے دیا، جس میں عمر کے کسی مرحلے، زمانے کے کسی اختلاف اور ملک ومقام کے کسی امتیاز کو دخل نہیں ہے۔ ممنوعات کی اس فہرست میں وہ تمام معاصی داخل ہیں، جو کبھی انسان کیلئے حلال اور جائز نہیں، مثلاً شراب، لحم خنزیر، قمار، ربوا، مال حرام اور دوسرے معاصی۔

جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے یا مسلمان سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو وہ ان تمام چیزوں سے روزہ رکھ لیتا ہے اس روزے کی ابتداء یا اس زندگی کی صبح صادق، اسلام کے احکام کا مخاطب بن جاتا ہے، اب اس روزے کا افطار عمر کے آفتاب ہونے سے پہلے نہیں ہے۔ یہ ایک طویل روزہ ہے جو ہر مسلمان کو سفر وحضر میں رکھنا ہوتا ہے اور حالت اضطرار (شرعی) کے سوا کوئی استثناء نہیں، شریعت کے مقاصد کے حصول کیلئے اور ان معاصی کو بند کرنے کیلئے جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے یہ روزہ لازمی ہے۔

ان منصوص چیزوں کے علاوہ لذت کی تمام چیزیں (بشرطیکہ وہ حرمت وکراہت سے خالی ہوں) مباح اور جائز ہیں ان سے خواہ مخواہ کیلئے رکنا پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور ان حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کر لینا شریعت میں ایک طرح کی تحریف، دین میں تشدد اور کفرانِ نعمت قرار دیا گیا ہے۔

''آپ کہہ دیجئے کہ کس نے حرام کیا ہے اللہ کی اس زینت اور پاک رزق کو جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ یہ سب چیزیں ایمان والوں کیلئے دُنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں تو مخصوص طور پر۔'' دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کھانا پینا جائز نہیں بلکہ اسراف ناجائز ہے: ''پس کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو''۔

لیکن اس میں شک وشبہ نہیں کہ ان مباحات والذائذ کا بے قید اور دائمی استعمال، لذتوں میں انہماک، اکل وشرب کی دائمی آزادی، اس جادۂ اعتدال سے انسان کو ہٹا دیتی ہے جس پر دین مسلمان کو دیکھنا چاہتا ہے اس کے رجحانات اور مقاصد زندگی کو بدل دیتی ہے اور بعض اوقات نفس پروری، شکم پروری، ناؤنوش، اور بعیش کوش مقصود زندگی بن جاتا ہے۔ طبیعت میں ایک طرح کی بلادت اور بے حسی پیدا ہو جاتا ہے، ضبطِ نفس اور جفاکشی کی قوت باقی نہیں رہتی، تن آسانی اور تنعم کی خو پیدا ہو جاتی ہے، انسانیت کی روح کچل جاتی ہے اور روحانی جذبات مردہ ہو جاتے ہیں، سالہا سال اور بعض اوقات پوری عمر حقیقی روحانی مسرت، سبک روحی، دماغ کی یکسوئی، ذکر وعبادت میں لذت، مناجات کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی بعض لوگوں کو برسوں خالی پیٹ ہونے اور اعتدال کی سعادت حاصل نہیں ہوتی اور وہ اس کا مزہ نہیں جانتے۔

اس اعتدال، ضبطِ نفس اور روحانیت کی قوت کو بڑھانے کیلئے دو راستے تھے۔ ایک تقلیل طعام کا راستہ تھا لیکن اس میں دو نقص ہیں، ایک تو اس کا عمومی معیار، سب کیلئے ایک مقدار مقرر کرنا نہایت مشکل ہے اور اسکو لوگوں کی رائے اور تمیز پر چھوڑنا بھی دُشوار کہ اوّل تو یہ اصول تشریع (آئین سازی) کے خلاف ہے، دوسرے مذاہب واخلاق کی تاریخ میں اس کا تجربہ ہمیشہ ناکام رہا ہے، لوگوں نے اس آزادی اور اختیار کا ہمیشہ غلط استعمال کیا ہے اور مبہم اور غیر معین احکام عملاً بیکار وبے نتیجہ ہوکر رہ گئے (جیسے بہت سے اخلاقی نصائح واور ہدایات) دوسرے اکثر محض تقلیل طعام بہت طبائع کیلئے بالکل غیر مؤثر اور بے نتیجہ تدبیر ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ کوئی ایسا طویل وقفہ مقرر کیا جائے جس میں کوئی چیز استعمال نہ ہو، یہ طریقہ زیادہ حسّی، زیادہ مؤثر اور قوت بہیمیہ کو زیادہ کمزور کرنے والا ہے، یہ فقہ دین کی اصطلاحف میں صوم یا روزہ ہے، جس کے خاص احکام وشرائط ہیں جو بہت گہرے تشریعی اور نفسیاتی اسرار پر مشتمل اور حکم ومصالح پر مبنی ہیں۔

۱) روزہ صبح صادق سے شروع ہوکر غروب آفتاب تک رہتا ہے، اگر یہ وقفہ پورے دن سے کم ہوتا تو اس کا کوئی خاص اثر شعور طبیعت پر نہ پڑتا، زندگی میں ایسے اتفاق ہوتے رہتے ہیں کہ کئی کئی وقت کا کھانا ناغہ ہو جاتا ہے، اگر محض یہی ہو کہ دن میں چند گھنٹوں کا روزہ رکھا جائے تو اس کا کوئی خاص احساس اور اصلاحی اَثر نہ پڑے گا اور بہت سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اپنے حساب سے ایک روز ذرا دیر سے کھانا کھایا۔

۲) یہ روزے رمضان کے ۳۰ یا ۲۹ دن رکھے جاتے ہیں، اسلئے کہ ایسے وقفے مسلسل ہوں تاکہ ان کے نقوش دیرپا ہوں، ایک طویل وقفہ سے یہ بہت زیادہ مفید ہے کہ متواتر متعدد ومتوسط درجے کے وقفے ہوں۔

۳) ان وقفوں کی تعداد کا تعین بھی ضروری ہے، کہ اس کو مبہم اور غیر معین چھوڑ دینے سے افراط وتفریط کا اندیشہ ہے، بہت سے لوگ بہت تھوڑے روزے رکھتے اور بہت سے لوگ بہت زیادہ روزے رکھتے، اور پھر جب یہ عالم گیر فریضہ ہے اور تشریع عام مقصود ہے تو اس میں انتخاب کا حق نہیں رہنا چاہیے تھے کہ جو شخص جس مہینے میں چاہے روزے رکھے، اس سے عام طور پر حیلہ جوئی، عذر اور بے عملی کا دروازہ کھلتا ہے اور گریز کی راہ پیدا ہو جاتی ہے احتساب اور باز پُرس کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، جس شخص سے بھی کسی وقت اس بارے میں گفتگو کی جائے وہ یہ کہہ کر منہ بند کر سکتا ہے کہ میرا معمول فلاں مہینے میں ہے اور اس کا کوئی جواب نہیں اور اسطرح رفتہ رفتہ اس چیز کا رواج مٹ جائے گا۔

SIR COMPUTERS & WORLD COMMUNICATION

Deals with:
HP/Compaq, Epson, Fujifilm, Intex, Beetel, ProDot, Digisol, Odyssey, Aoc, Canon

Dangerpora Near Masjid Shareef
Islamabad Kashmir
Contact No's: 9419412525,
E-mail: sircomputers@ymail.com

تاریخی کالم

آلِ عبد مناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز

اُمِّ کلثومؓ بنت محمد ﷺ: (گزشتہ سے پیوستہ) اُمِ کلثومؓ حضرت خدیجہؓ سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ لیکن ابولہب کے خاندان کی اسلام دُشمنی کی وجہ سے رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہوگئی، حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُمِ کلثوم کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کردی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کا نکاح ربیع الاول ۳ ہجری میں ہوا تھا۔ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ ۹ ہجری میں حضرت ام کلثوم فوت ہوگئیں، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ: جلد ۷/ ۳۷۴)

حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ: فاطمہؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ یہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو انتہائی محبوب تھیں۔ ۲ ہجری میں ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسل صرف انہی سے چلی۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں جنت کی عورت کی سردار قرار دیا۔ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے چھ ماہ بعد فوت ہوگئیں، باپ کی وفات کے بعد وہ انتہائی غم زدہ رہتی تھیں، ان کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا، حضرت فاطمہؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ تم نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کیا؟ حضرت علیؓ سے آپ کی اولاد میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور بیٹی ام کلثوم تھیں۔ (دوسری بیٹی زینب تھیں جو حضرت حسینؓ کی شہادت کے وقت موجود تھیں۔) (اسد الغابہ: ۷/ ۲۱۶)

حسن بن علیؓ: حسن بن علیؓ حضرت فاطمہؓ بنت رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بطن سے تھے، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا، حضرت حسنؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے انتہائی مشابہت رکھتے تھے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کا نام حسن رکھا اور ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور ان کے بال مونڈے اور ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے بارے میں پیشن گوئی کی تھی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا، حضرت حسنؓ نے 41ھ میں امیر معاویہؓ سے کئی برسوں سے جاری چپقلش ختم کر کے ان سے صلح کر لی اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ 46، 50، 51 ہجری میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ والی مدینہ سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۳)

حسین بن علی رضی الله عنه: حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی، جب یہ پیدا ہوئے تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے کان میں اذان دی، آپ نے اُنہیں حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت کے نوجوانوں کے سردار قرار دیا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود ان کا نام رکھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابتدائی عمر ہی سے اصلاح وتعلیم کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ قرآن مجید کے مطالب اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث بیان فرماتے تھے۔ عبادت اور ریاضت آپ کا معمول تھا۔ بکثرت نوافل پڑھتے تھے۔ قیام اللیل آپ کا عام دستور تھا۔ روزے بکثرت رکھتے اور سادہ غذا سے افطار فرماتے تھے۔ پچیس حج کیے، رمضان المبارک میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید ضرور ختم کرتے۔ 61ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت تاریخ اسلام کا ایک کرب ناک باب ہے۔

(اسد الغابہ۔ سیر اعلام النبلاء)

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

12/جولائی 2013 جمعۃ المبارک

کہیں یہ جُرمِ ضعیفی کی سزا تو نہیں!؟؟

شکسپیئر کی ایک مشہور کامیڈی ہے Marchant of Venice۔اسکا ایک کردار ہے Shylock جو اس لحاظ سے ظلم کی علامت بن گیا ہے کہ وہ اپنے مقروض Antonio پر مقررہ مدت میں قرض ادانہ کرپانے کے الزام میں مقدمہ دائر کردیتا ہے، یہ مقدمہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب وغریب مقدمہ ہے، اسلئے کہ Shylock اس میں اپنے مقروض کے جسم کے تازہ گوشت کا مطالبہ کرتا ہے،عدالت میں Antonio کی پیروی Portia نامی ایک خاتون کرتی ہے،اور Antonio کے حق میں Shylock سے انسانی بنیادوں پر رحم کی اپیل کرتی ہے،شکسپیئر نے اس اپیل کو نظم کے قالب میں ڈھال دیا ہے جس میں وہ رحم کی خوبی اور وصف کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مادّی طاقت وقوت کے ساتھ جب رحم اور انصاف کی آمیزش ہوتی ہے تو مادی طاقت وقوت ربّانی صفت کا مظہر اور پرتَو بن جاتی ہے۔

شکسپیئر کا زمانہ ۱۵۶۴ء تا ۱۶۱۶ء کا ہے،مگر صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی اس کامیڈی کا کردار Shylock زندہ ہے،لیکن اس فرق کے ساتھ کہ آج اُسے Antonio کے جسم کے تازہ گوشت کے مطالبہ کیلئے اسکے مقروض ہونے اور اس پر فردِ جرم کرنے کیلئے کسی جواز کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس پر ظلم کرنے کیلئے وہ کوئی نہ کوئی مفروضہ گڑھ لیتا اور بہانہ تلاش کر لیتا ہے۔

اسی طرح صدیوں کے بیت جانے کے بعد بھی Shylock جیسے ظالم کے ساتھ ساتھ مظلوم کی تائید وحمایت کرنیوالی اور انسانی بنیادوں پر رحم کی اپیل کرنیوالی خاتون Portia کا کردار آج بھی زندہ ہے،اور ظلم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں اٹھائی جانے والی اسکے ضمیر کی آواز کی بازگشت آج بھی سنائی دے رہی ہے،اور اطمینان دلا رہی ہے کہ انسانیت کا ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا۔

Shylock کے ظلم وجارحیت کے کردار (Rote) اور Portia کی عدل وانصاف کی دُہائی کے کردار کی مثالیں شکسپیئر کے مغربی معاشرہ میں آج بھی دیکھنے کو مل رہی ہیں لیکن Portia نے رحم کی اپیل میں ایک بڑا خوبصورت تخیل اور ایک حسین تمنّا یہ بھی پیش کی تھی کہ قدرت رکھنے کے باوجود عفو درگزر سے کام لینے کی ادا ایک ایسی ادا ہے جس میں ربانی صفت کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ...... ''قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردینا''...... محض ایک تخیل اور تمنّا ہے یا عمل کی دنیا میں اور عمل کی سطح پر ایسے واقعات رونما بھی ہوئے ہیں یا نہیں؟ اس کا واضح جواب ہمیں حیاتِ رسول ﷺ میں ملتا ہے، فتح مکہ کے موقع پر پوری قدرت رکھنے کے باوجود آپ ﷺ کے عفو درگزر کے معاملہ کو اس کی ایک نہایت روشن اور کمال درجہ کو پہنچی ہوئی مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔حضور پاک ﷺ کی ذات گرامی اُسوہ اور نمونہ ہے،چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے قریش سے پوچھا تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں گا تو قریش نے کہا تھا: آپ کریم ہیں اور کریم کی اولاد ہیں،اسلئے آپ سے خیر ہی خیر کی اُمید ہے۔اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا...... **لاتَثریب علیکم الیوم و انتم الطلقاء** تم پر آج کوئی الزام نہیں،تم سب آزاد ہو۔

مظلوم کے حامی شکسپیئر نے Portia کی زبانی...... ''قدرت رکھنے کے باوجود عفو درگزر سے کام لینے اور معاف کردینے''...... کے جس حسین تخیل اور خوبصورت تمنّا کے ذریعہ دلاسہ اور تسلی کا کام لیا تھا،اسلامی تاریخ کے صفحات پر اس حسین تخیل اور خوبصورت تمنّا کو ''واقعہ'' اور ''حقیقت'' کے عملی روپ میں دیکھا جاسکتا ہے،لیکن افسوس کہ اسلام کے ماننے والوں میں آج اس احساس جرم کو پیدا کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں کہ وہ دُنیا کیلئے زحمت اور اَمن عالم کیلئے خطرہ ہیں۔آخر ایسا کیوں ہے؟ عالم اسلام کے پاس وسائل کی تو کمی نہیں مگر اس کے باوجود وہ مسائل سے دوچار کیوں کررہے؟...... یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا باریک بینی اور حقیقت پسندی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔آج کا ظالم Shylock ایک بار پھر مظلوم Antonio کے جسم کے تازہ گوشت کا مطالبہ کررہا ہے،اور Portia آج بھی انصاف اور رحم کی دُہائی دے رہی ہے...... کہیں یہ آج کے Antonio کے جرم ضعیفی کی سزا تو نہیں ہے؟!!!

جواھر القرآن

اللہ کی راہ میں موت دُنیا جہاں کے خزانوں سے بڑھ کر ہے

مشورے کے بعد جو فیصلہ کرلیا جائے اس پر توکّلاً علیٰ اللہ مضبوط رہنا چاہیے!

ربط کلام: اُحد کی چوٹ بجائے خود بھی ایسی ہی تھی کہ بھلائی جانی بھی مشکل اور سہارنی بھی مشکل۔اوپر سے مارآستین منافقین تھے جو اس نفسیاتی صورتِ حال کو اپنے حق میں استعمال کرنے پہ تُلے ہوئے تھے۔اُنہیں کی مذموم کوششوں کے اَثرات کی کاٹ کیلئے وہی بات جو آیتوں میں موت کا وقت مقرر ہونے کے حوالہ سے گذری ایک دوسرے انداز سے یوں فرمائی جارہی ہے کہ کسی کی موت کے بعد اس طرح کی باتیں کرنا کہ اگر ایسا ہوتا ویسا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی، یہ ایمان سے محروم لوگوں کا کام ہے۔اور اس کا کوئی ''فائدہ'' اگر ہے تو بس یہ کہ دل میں حسرت وملال کا ایک کانٹا چبھتا رہے۔(اور یہ گویا اللہ کی طرف سے اس غلط سوچ کی سزا ہے) ورنہ عام موت ہو یا راہِ خدا کی موت، یہ کوئی اتفاق سے ہونے والی بات نہیں ہے،زِندگی اور موت تو فقط اللہ کے فیصلے سے ہوتی ہے (واللّٰہُ یُحیِ ویُمِیت) اور پھر یہ موت اگر راہِ خدا میں ہے تب تو یہ خالص نفع کا سودا ہے۔یہ نفع ہے اللہ کی رحمت ومغفرت، جو دُنیاوی زندگی کی ساری دولت وآسائش سے بہتر ہے،اسی کو فرمایا: ''تم اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے کام آجاؤ یا طبعی موت اسی راہ میں آجائے،اس کے صلے میں حاصل ہونے والی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے وہ سارا مال ودولت ہیچ ہے جو یہ کفر والے زندہ رہ کر کمائیں گے۔کفر والوں سے مراد یہاں منافقین ہیں) اس ارشاد سے جو بات آپ سے آپ نکلتی تھی کہ موت کے بعد گویا ایک نئی زندگی ہے،جس میں انسان اللہ کے حضور پہنچتا ہے، تب ہی تو رحمت ومغفرت کی بات بنتی تھی،اسے بھی خود ہی کھولتے ہوئے فرمایا: ''تم اپنی موت مرو یا ماردئے جاؤ پہنچائے بالآخر جاؤگے اللہ کے حضور ہی!''۔

روئے سخن رسول اللہ کی طرف: اُحد کے سلسلے میں جو کچھ زجر وتوبیخ، تنبیہ وتسلّی اور نصیحت اَب تک فرمائی گئی اس میں روئے سخن مؤمنینِ مجاہدین کی طرف رہا،لیکن خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیلئے بھی تو یہ سانحہ بڑے پہلو آزمائش کے رکھتا تھا۔آپ کے حکم کی نافرمانی ہوئی، اس کے نتیجے میں کتنی قیمتیں جانیں گئیں اور پھر بازی بھی اس انداز میں ہرگئی کہ کافروں نے آپؐ کے ساتھیوں کو فرار ہوتے دیکھا اور جو زخم خود آپ کے جسد مبارک نے کھائے وہ الگ، کچھ نہ آپ کے قلبِ مبارک پہ گذر رہی ہوگی؟ (جاری)

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

میت کیلئے نمازِ جنازہ کے دوران کی دُعائیں

۲۔ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ''

(ابن ماجہ حدیث: ۱۴۹۸،احمد: ۲/ ۳۶۸)

اے اللہ! معاف فرمادے ہمارے زندہ اور فوت شدہ کو، ہمارے حاضر اور غائب کو، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو، ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں کو، یا الٰہی! جس کو تو زندہ رکھے ہم میں سے تو زندہ رکھ اسے اسلام پر،اور جس کو تو فوت کرے ہم میں سے اسے تو فوت کر ایمان پر،اے اللہ! ہمیں نہ محروم کرنا اس (میت) کے اجر سے اور نہ گمراہ کرنا ہمیں اسکے بعد۔

۳۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانَ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِہٖ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ، فَاغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ''

(ابن ماجہ حدیث: ۱۴۹۹،ابوداؤد حدیث: ۲۲۰۲)

اے اللہ بلاشبہ فلاں بن فلاں تیرے ذمّے اور تیری پناہ میں ہے،پس تو اسے بچا فتنہ قبر سے اور آگ کے عذاب سے اور تو وفا اور حق والا ہے، پس تو اسے معاف فرما اور اس پر رحم فرما، یقیناً تو بہت زیادہ معاف کرنیوالا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

۴۔ ''اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ وَابْنُ اَمَتِکَ اِحْتَاجَ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ'' (احکام الجنائز للالبانی صفحہ: ۱۲۵)

الٰہی تیرا (یہ) بندہ اور تیری کنیز کا بیٹا محتاج ہوگیا ہے تیری رحمت کا اور تو بے نیاز ہے اسے عذاب دینے سے اگر تھا یہ نیک تو اضافہ فرما اس کی نیکیوں میں اور اگر تھا یہ گناہ گار تو درگزر فرما اس سے۔

www.khanqah.in

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے

سے واقف ہے مگر یہ شاید ایک فیصد تو کیا نصف فیصد بھی مشکل سے ہوگا۔

اب ہمارے سامنے دو طبقے ہیں ایک تو بالکل تعلیم سے نابلد اور اَن پڑھ اور دوسرے عصری و دنیوی تعلیم یافتہ۔ ہمیں دونوں پر محنت کرنی ہے؛ رمضان المبارک میں دونوں ہی طبقہ کے لوگ سال بھر مسجد میں آنے کے مقابلہ میں زیادہ آمد و رفت رکھتے ہیں۔ پس ہمیں ان کی اس کثرت آمد و رفت سے فائدہ اٹھا کر کم از کم مختصر اور مؤثر انداز میں انہیں عقائد اور خاص طور پر اسلامی بنیادی عقائد سے واقف کرنا ہے۔

ماہ رمضان المبارک سے پہلے مسجد کے ذمہ داروں سے مشورہ کر کے طے کرلیں کہ کسی ایک نماز کے بعد پانچ منٹ عقائد اسلام کئے جائیں گے اور پھر آپ بھرپور تیاری کر کے پانچ ہی منٹ بیان کریں کیوں کہ آج کل لوگوں کو دینی تعلیم سے دلچسپی نہیں ہے؛ اس طرح محنت کرنے سے آہستہ آہستہ طلب پیدا ہوگی۔ اللہ ہماری مدد فرمائے!

احکام کی تعلیم: امت جہاں عقائد سے عام طور پر ناواقف ہے وہیں مسائل و احکام سے بھی ناآشنا ہے، لہٰذا کسی ایک نماز کے بعد امت کو کم از کم رمضان المبارک میں ایسے مسائل سے واقف کرادیں جس میں امت مبتلا ہے۔ اور امت کو اس کے شرعی احکام معلوم نہیں، ہم انشاء اللہ شمارہ میں اس کو بھی شامل کرنے جارہے ہیں، کسی بھی نماز کے بعد صرف ایک یا دو مسئلے دو یا تین منٹ میں بیان کردیں۔ صرف مسئلہ بیان کریں نہ کوئی دلیل نہ کوئی اور چیز البتہ اتنا لحاظ رکھیں کہ الفاظ بالکل آسان ہو۔

مسائل کے بیان کرنے کے بعد ہوسکتا ہے لوگوں کو مسائل کو جاننے کا شوق پیدا ہو اور وہ آپ سے پوچھنا شروع کردے تو اگر بالکل یقین کے ساتھ آپ کو مسئلہ معلوم ہو تو بتلائیں، اپنے طور پر ویسے ہی بلا تحقیق مسائل ہرگز نہ بتلائیں۔

تفسیر قرآن: درس قرآن یا تفسیر قرآن کے نام پر کسی ایک نماز کے بعد قرآن کی تفسیر کا نظام بنائیں۔ قرآن کی منتخب آیات کی تفسیر کریں ایسی آیات جو امت کو موجودہ حالات سے نکلنے کی راہیں بتلاتی ہوں۔۔ آپ انہیں آیات میں سے دو دو یا چار چار آیات کی معارف القرآن، بیان القرآن وغیرہ دیکھ کر تفسیر کردینے کی کوشش کریں؛ انشاء اللہ امت کو خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

یہ فجر، عصر کے بعد کا نظام ہو؛ اب چوں کہ مغرب وعشاء کے بعد تو لوگ بیٹھنے کے موڈ میں نہیں ہوتے لہٰذا اپنے طور پر مزید اور محنت کرتے رہیں، خاص طور پر حقوق العباد سے امت کو واقف کرائیں

اس کے بعد جو مضامین بچتے ہیں، جمعہ کے بیان میں ایک ایک کر کے اسے بھی بیان کرتے رہے، مثلاً اگر چار جمعہ ہیں تو پہلی جمعہ کو نماز کے فوائد اور اس کے ترک کے نقصانات، دوسری جمعہ کو لغو اور لایعنی کاموں سے اجتناب، تیسری جمعہ کو سنت رسول کی اتباع، چوتھی جمعہ کو اولاد کی اسلامی تربیت یا موت اور آخرت کی یاد، اسلامی اخلاقیات یا دعا کا اہتمام یا آپسی اختلافات کو کیسے دور کریں وغیرہ؛

رمضان المبارک کے آغاز میں رمضان کی فضیلت، روزے کے فوائد، رمضان کی ناقدری پر وعیدیں وغیرہ مضامین انتہائی مؤثر انداز میں بیان کریں تاکہ لوگ رمضان میں کوتاہی نہ کرنے پائیں۔

زکوٰۃ، صدقات، فطرہ اور عُشر وغیرہ پر بھی امت کو توجہ دلائیں؛ امت کا ایک طبقہ زکوٰۃ اور عشر بھی نہیں نکالتا۔

غرضیکہ امت کو رمضان میں دینی اعتبار سے جتنا ہوسکے زیادہ سے زیادہ دین سے قریب کردیں اور رمضان کو ان کی اور ہماری زندگی میں انقلاب کا ذریعہ بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ ہم سب کو توفیق اور اخلاص عطا فرمائے اور ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے راضی ہوجائے۔ آمین!

اَب اِی میل اور فون پر ہوگی سرکار کی نگرانی

امریکہ میں سیکورٹی نقطہ نظر سے ملک کے باشندوں پر نکیل کسنے کیلئے اوباما انتظامیہ نے جس طرح لوگوں پر نگرانی کا طریقہ اپنایا ہے اسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہندوستان نے بھی اَب لوگوں کی رازداری پر اپنا قبضہ جمانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اَب سیکورٹی ایجنسیاں آپ کے اِی میل میں تاک جھانک کرسکیں گی، ہندوستان نے وسیع سطح پر نگرانی پروگرام شروع کیا ہے، اس کے تحت سیکورٹی ایجنسیاں اور یہاں تک کہ محکمہ انکم ٹیکس بھی بغیر کسی کورٹ کے حکم کے آپ کے اِی میل اور فون ٹیپ کرسکیں گے، حکومت کا کہنا ہے کہ اس وسیع نگرانی نظام سے قومی سلامتی کو مضبوطی ملے گی۔ وہیں رازداری کی وکالت کرنے والے اس کی مخالفت میں ہیں، ایک انٹرنیٹ محقق کے مطابق اگر ہندوستان حقوق رازداری ملک کے طور پر نظر نہیں آنا چاہتا تو اسے یہ شفافیت برتنی چاہیے کہ کون سا ڈیٹا لینے کیلئے کون مجاز ہوگا، کیا ڈیٹا لیا جائے گا، اس کا کس طرح استعمال کرے گا اور رازداری کی حفاظت کیسے ہوگی۔ مرکزی نگرانی نظام (سینٹرل مانیٹرنگ سسٹم) کا اعلان ۲۰۱۱ء میں ہوا تھا لیکن اس پر کسی قسم کی کوئی بحث نہیں کی گئی، حکومت نے بھی نہیں بتایا ہے کہ وہ اس کا غلط استعمال کیسے روکے گی۔ حکومت نے خاموشی سے اپریل سے اسے نافذ کرنا شروع کیا۔ اس میں ملک کے نوے کروڑ لینڈ لائن اور موبائل فون استعمال کرنے والوں اور ایک کروڑ بیس لاکھ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں میں سے کسی کو بھی ٹارگیٹ کیا جاسکے گا۔ وہیں حکومت اس پر کچھ بھی بولنے سے کترا رہی ہے۔ ایک اخبار کے مطابق وزارتِ مواصلات کے ایک ترجمان نے سی ایم ایس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی، اس نئے نظام میں حکومت فون پر بات چیت سن سکے گی، ای میل اور میسج پڑھ سکے گی۔ فیس بک ٹوئٹر پر نگرانی رکھ سکے گی اور گوگل پر بھی نظر رکھ سکے گی۔

پارلیمنٹ کا مون سون اجلاس 15 راگست کے بعد متوقع

سرینگر//فوڈ سیکورٹی بل کے آرڈیننس پر اُٹھنے والے سیاسی مسئلے کے دوران پارلیمنٹ کا مون سون سیشن 15 راگست کے بعد منعقد کئے جانے کا امکان ہے۔ سرکاری ذرائع نے بتایا کہ اگرچہ اس معاملہ میں کوئی جلد بازی نہیں ہے لیکن پھر بھی بعض حلقے ستمبر مہینے میں مون سون اجلاس کے انعقاد کی وکالت کررہے ہیں۔ اس سے قبل حکومت کا ایک حصہ یہ مطالبہ کررہا تھا کہ فوڈ سیکورٹی بل کو پاس کرنے کیلئے پارلیمنٹ کا ایک خصوصی اجلاس بلایا جائے لیکن حکومت نے اس بل کو آرڈی نینس کے ذریعے ہی پاس کرنے میں مصلحت سمجھی۔ اس بل کو موجودہ مخلوط سرکار کے 2014 انتخابات سے بہتر نتائج کی اُمید ہے۔

زمین کے قریب بڑے سیارچے کا سفر

سائنسدانوں کے مطابق سیارچے کا زمین سے کم ترین فاصلہ ۵۸ لاکھ کلومیٹر تھا۔ نظام شمسی میں زمین کے قریب سے تقریباً تین کلومیٹر چوڑا ایک سیارچہ گذرا ہے دوسو سال کے سفر کے دوران اس کا یہ زمین سے قریب ترین فاصلہ تھا۔ کہکشاں میں زمین جیسے سترہ اَرب سیارچے سورج جیسے ستارے کے پانچ سیارچے کا حجم دیگر سیارچوں کے مقابلے میں کافی بڑا ہے اور اس کے گرد اپنا چاند بھی ہے۔ یہ یادگار منظر آنکھ سے دکھائی تو نہیں دیا لیکن خلاء میں دلچسپی رکھنے والے افراد سے جدید دُوربین کی مدد سے دیکھ سکتے تھے۔ اس سے پہلے فروری میں زمین کے قریب سے گذرنے والا سیارچہ نیئر مس تھا اور یہ ۱۹۹۸ء QE2 کے مقابلے میں زمین سے کم فاصلے پر سے گذرا تھا۔ کوئنز یونیورسٹی بیلفاسٹ کے پروفیسر ایلن فٹز سیمون کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑا ہے، ایسے سیارچے بہت ہی کم دریافت ہوئے ہیں۔

علم نحو سیکھئے - 23

مولانا محمد طاہر قاسمی۔ اُستاذ سواء السبیل

سوال: اسم منقصوص میں حالت نصب میں فتحہ لفظی کیوں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور یہ یاء پر دشوار نہیں ہے۔ جیسے رأیتُ قَاضِیَ

سوال: اسم منقوص کی حالت رفع اور حالت جر میں اعراب تقدیری کیوں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اعراب لفظی دیا جائے تو یاء کے ماقبل ایک کلمہ پر بیک وقت دو حرکتوں کا اجتماع لازم آئے گا۔ (تحریر سنبٹ)

سوال: (۱۶) جمع مذکر سالم جب کہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس کا اعراب بتائیے؟

جواب: اس کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں تقدیر واؤ اور حالت نصب جر میں یاء ماقبل مکسور لفظی کے ساتھ حالت رفع کی مثال ھٰؤلَاءِ مُسْلِمِیَّ حالت نصب کی مثال رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ اور حالت جر کی مثال مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ

سوال: جمع مذکر سالم جب کہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا اعراب حالت رفع میں تقدیر واو کے ساتھ کیوں؟

جواب: تقدیر واؤ کے ساتھ اس لئے ہے کہ قَلْبِ حَرف، حرف کو اس کی حقیقت سے خارج کردیتا ہے پس جب واؤ کو یاء سے بدلا گیا تو واؤ کی حقیقت ختم ہوگئی، لہٰذا اَب اس کا وجود لفظاً نہ رہ کر تقدیراً رہے گا۔ (تحریر سنبٹ)

سوال: مُسْلِمِیَّ کی تعلیل کیجئے؟

جواب: مُسْلِمِیَّ کی تعلیل یہ ہے کہ اس کی اصل مُسْلِمُوْیَ ہے، واؤ اور یاء اس طرح جمع ہوگئے کہ ان میں پہلا ساکن ہے، پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کا یاء میں مجانست کی وجہ سے ادغام کردیا گیا اور میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے مُسْلِمِیَّ ہوگیا۔ (ہدایت النحو)

سوال: زید۔ عُمَر، مسلمان، معلمات، ھنوکِ، غلامیْ۔ مذکورہ اَمثلہ بتائیے کس قسم سے تعلق رکھتی ہیں؟

جواب: لفظ زیدٌ، مفرد منصرف صحیح ہے، لفظ عُمَر، غیر منصرف ہے، اور پانچویں قسم سے تعلق رکھتا ہے، اور لفظ مُسْلِمَانِ تثنیہ ہے، اور ساتویں قسم سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ معلمات جمع مؤنث سالم ہے اور چوتھی قسم سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ ھنوک اسماء ستہ میں سے ہے اور چھٹی قسم سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ غُلَامِیْ مفرد و مضاف ہے یائے متکلم کی طرف اور یہ چودھویں قسم سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال: اسم منصرف کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم منصرف وہ ہے جس میں اَسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو سبب کے قائم مقام ہو نہ پایا جائے، جیسے رَجُلٌ (ہدایۃ النحو)

سوال: منصرف کا حکم بتائیے؟

جواب: منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل ہوتا ہے۔ جیسے جآءَ زَیدٌ، رَأَیتُ زَیداً، مَرَرْتُ بِزَیدٍ۔ (جاری)

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact Nos: 9419040053

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: ننگے سر نماز پڑھنی کیسا ہے؟ آج کل کچھ لوگ جو مختلف علماء کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ فلاں نے ٹیلی ویژن میں بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کو جائز کہا، اور کچھ لوگ کہتے ہیں مولانا کی فلاں کتاب میں وغیرہ وغیرہ۔ صحیح کیا ہے؟

شمیم احمد بٹ۔ کھریو پانپور

جواب: حامداً ومصلیاً۔ امام صاحب کا متشرع ہونا ضروری ہے۔ شرعی لباس، وضع قطع، داڑھی میں جس درجہ کی کمی ہوگی، اسی درجہ کی کراہت نماز میں آئے گی، آپ لوگوں کی نماز مکروہ ہوئی البتہ نماز لوٹانی نہیں ہے۔

امت مسلمہ کا نوجوان جن خرابیوں میں مبتلا ہو رہے ہے، اُن میں سب سے خطرناک اسلامی مزاج سے دوری ہے۔ کہاں تو مسلمان کا امتیاز یہ تھا کہ وہ اپنے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت سے ایک انچ ہٹنا گوارہ نہ کرسکتا تھا۔ اور کہاں اب یہ مزاج کہ ہر ہر سنت کو غیر اہم کہہ کر پوری ڈھٹائی کے ساتھ ترک کیا جارہا ہے۔ امت کا بیشتر طبقہ ننگے سر اپنے اور ننگے سر نماز پڑھنے کا عادی ہو چکا ہے، اتنا ہی نہیں بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام نے سر ڈھانک کر نماز پڑھنے کا کوئی حکم نہیں دیا، بعض لوگ ننگے سر اپنے کو سنت اور ٹوپی کو بدعت سمجھنے لگے ہیں، لہٰذا میں اس سلسلے میں اپنی طرف سے جواب دینے کے بجائے علماء اسلام کے جوابات تحریر کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔

(الف) مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (اہلحدیث) فرماتے ہیں: ''صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بالدوام ثابت ہوا ہے، یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا۔ پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل صفحہ ۵۲۵) (ب) مشہور اہلحدیث عالم مولانا سید داؤد غزنوی صاحب فرماتے ہیں: ''ابتداء عہد السلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اِس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت مذکور ہو کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو۔ چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔ اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے، بند کرنا چاہیے، اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبّہ ہوگا۔ اور اگر سُستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت کے ساتھ تشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۴/ ۹۲)

(ج) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی فرماتے ہیں: ''غرض کسی حدیث سے بھی بلاعذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں ہے، محض بے عملی یا بدعملی یا کسل (سُستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے، بلکہ جہلاء تو اس سے سُنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ)، نیز فرماتے ہیں کہ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۴/ ۲۸۶ تا ۲۸۹) (د) مولانا سید محبّ اللہ شاہ راشدی صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں: ''احادیث کے تتبع (تلاش کرنا) سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سر پر یا عمامہ باندھتے رہتے یا ٹوپیاں ہوتی تھیں اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے، .... ہم نے بڑے بڑے علماء فضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے ہیں یہ آج کل نئی نسل کے افراد نے معمول بنا رکھا ہے، اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے۔ مسنون نہیں۔ (الاعتصام جلد ۵۴ شمارہ ۲۷ جولائی ۱۹۹۳) (و) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ ایک سوال کے جواب کے اخیر میں فرماتے ہیں کہ ''ایسے ہی برہنہ سر کو بلاوجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے''۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے، اور خلاف سنت ہے، گاہے چنیں کا حکم اور ہے شعار کا اور۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱/ ۵۹۱)

(ز) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک نماز کا تعلق ہے میری قطعی رائے یہ ہے کہ جان بوجھ کر ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے، یہ آداب نماز کے خلاف ہے، قرآن میں ہے کہ اپنی پوری زینت کے ساتھ نماز پڑھو اور اس زینت میں سر بھی شامل ہے۔ (تصریحات صفحہ ۳۰ مطبوعہ رامپور)

فقط واللہ اعلم بالصواب

ننگے سر نماز پڑھنا بے اَدبی ہے!

سوال: رمضان المبارک میں تراویح پڑھانے کیلئے حافظ اور سامع کو اگر کچھ معاوضہ طے کئے جاتے ہیں تاکہ رمضان المبارک میں پورا قرآن کریم تراویح میں ختم ہو۔ کیا ایسے حافظ کے پیچھے نماز ہوگی؟

عبدالقیوم شاہ۔ راولپورہ

جواب: وباللہ التوفیق خدمت کے نام سے نقد یا کپڑے وغیرہ دینا بھی معاوضہ ہی ہے اور اُجرت طے کرنے کی بنسبت زیادہ قبیح ہے، اسلئے کہ اسمیں دو گناہ ہیں، ایک قرآن سنانے پر اُجرت کا گناہ اور دوسرا جہالت اُجرت کا گناہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاری اور سامع بھی للہ کام کرتے ہیں، اور ہم بھی للہ اُن کی خدمت کرتے ہیں، معاوضہ مقصود نہیں، اسے حیلہ بازوں کی نیت معلوم کرنے کیلئے حضراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ امتحان رکھا ہے کہ اگر قاری اور سامع کو کچھ بھی نہ ملے تو وہ آئندہ بھی اس مسجد میں خدمت کیلئے آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اہل مسجد کا امتحان یہ ہے کہ اگر یہ قاری اور سامع اُن کی مسجد میں نہ آئیں تو بھی یہ لوگ اُن کی خدمت کرتے ہیں یا نہیں؟ اب دَورِ حاضر کے لوگوں کو اس کسوٹی پر لائیے، قاری اور سامع کو اگر کسی مسجد سے کچھ نہ ملا تو آئندہ وہ اس مسجد کی طرف رُخ بھی نہیں کریں گے، اور اہل مسجد کا یہ حال ہے کہ جس قاری یا سامع نے ان کی مسجد میں کام نہیں کیا وہ خواہ کتنا ہی محتاج ہو ان کی اس کی زبوں حالی پر قطعاً کوئی رحم نہیں آتا، اس سے ثابت ہوا کہ جانبین کی نیت معاوضہ کی ہے اور للّٰہیت کے دعوے میں جھوٹے ہیں، لہٰذا اس طرح سننے اور سنانے والے سب سخت گنہگار اور فاسق ہیں، اور اسے قاری (تراویح پڑھانے والے) کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔

فرائض میں فاسق کی امامت کا یہ حکم ہے کہ اگر صالح امام میسر نہ ہو یا فاسق امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی جائے، ترکِ جماعت جائز نہیں مگر تراویح کا حکم یہ ہے کہ کسی حال میں بھی فاسق کی اقتداء میں جائز نہیں، اگر صالح حافظ نہ ملے تو چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائیں، اگر محلّہ کی مسجد میں ایسا حافظ تراویح پڑھائے تو فرض مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرکے تراویح الگ مکان میں پڑھیں۔

بالفرض کسی حافظ کا مقصود معاوضہ نہ ہو تو بھی لین دین کے عرف کی وجہ سے اسکی توقع ہوگی اور کچھ نہ ملنے پر افسوس ہوگا، یہ اشراف النفس ہے جو حرام ہے۔ اگر کسی قاری کو اشرافِ نفس سے بھی پاک تصوّر کرلیا جائے تو بھی اس لین دین میں عام مروّج فعل حرام سے مشابہت اور اس کی تائید ہوتی ہے، علاوہ ازیں دینی غیرت کے بھی خلاف ہے، اسلئے بہرکیف اس سے کلّی اجتناب واجب ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۳/ ۵۱۴)

فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کوئی شخص رمضان شریف کے کسی شب میں خوف، حیا یا سحری کا وقت ختم ہونے کے اندیشہ میں غسل جنابت کے بدلے تیمّم کرے کیا وہ سحری کھا سکتا ہے یا نہیں؟

بشیر احمد میر۔ ونپوہ ہرناگ

جواب: وباللہ التوفیق۔ رمضان المبارک میں اگر کسی نے جنابت کی حالت میں سحری کھائی تو ہرگز کوئی حرج نہیں، اگر کوئی جنبی شخص ایسے وقت بیدار ہوا کہ وہ صرف سحری کھا سکتا ہے، اور اگر وہ غسل کرنے لگ جائے تو سحری کھانے کا وقت ختم ہو جائے گا، اس شخص کیلئے راستے ہیں ایک یہ کہ ارادہ کرکے یہ بغیر سحری کھائے روزہ رکھے گا اور سحری کی سنت ادا کرنے کیلئے تھوڑا سا پانی وغیرہ پی لے، اور پھر غسل کرلے، اب اگر پوری سحری کھانے کا وقت مل جائے تو بہتر ہے، اگر اتنا وقت نہ ملے تو چونکہ وہ ادائیگی سنت کیلئے تھوڑا سا پانی پی چکا ہے، اور اب وہ باغسل بھی ہے تو نماز فجر کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور روزہ بھی ادا ہو جائے گا۔ اگر سحری میں کھانا کھائے بغیر روزہ پورا مشکل محسوس ہو تو پھر سحری ضرور کھائے مگر ہلکی کہ جس کے بغیر غسل بھی کر سکے۔ مثلاً روٹی چائے پر اکتفا کرے اور پھر نماز فجر کیلئے غسل کرے۔ اس لئے اگر سحری کھا کر غسل نہ کرے گا تو نماز فجر ادا ہی نہیں کر سکے گا، اور ایک فرض نماز کا ترک اور وہ بھی رمضان میں گناہِ کبیرہ ہے ہی، ساتھ ہی بہت ہی بڑی نحوست اور روزہ کے اثرات کو ختم کرنے کا سبب بنے گا۔ تیمّم سے نماز فجر ادا کرنا حیا اور خوف کی صورت میں ہرگز درست نہیں۔ یعنی کوئی شخص بربنائے حیاء یا بنائے خوف تیمّم کرے اور غسل چھوڑ دے اور پھر نماز ادا کرے، شرعاً اس کی اجازت نہیں، تیمّم کی اجازت صرف امور میں ہے، مرض اور سفر! حیا اور خوف اس میں شامل نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر مسجد میں امام موجود نہیں ہے تو نماز کون پڑھائے؟ جب کہ مسجد میں بغیر داڑھی کے بزرگ موجود ہیں، اور درسگاہ کا پڑھا ہوا بارہ تیرہ سال کا لڑکا بھی موجود ہے۔

ماسٹر عبدالمجید کاوا۔ نایدکدل سرینگر

جواب: وباللہ التوفیق۔ مسجد میں مقررہ امام موجود نہ ہو تو وہ شخص جو بالغ ہو اور جس کی تلاوتِ قرآن ان سب موجودہ لوگوں سے بہتر ہو اور جو تمام غیر شرعی امور سے اجتناب کرتا ہو، اُسے امام بنایا جائے، امام کیلئے بالغ ہونا لازم ہے اور ساتھ ہی فسق و فجور سے محفوظ ہونا بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: کیا غسل جنابت میں ایک عورت کو سر کے بال بھی دھونے ہیں یا کہ سر کو مسح کرنا ہے؟ مسح شہر کیلئے ہے یا کہ دیہات کیلئے؟ نیز مرد اور عورت کا غسل جنابت یکساں ہے یا کہ کچھ فرق ہے؟

شاہد فاروق بٹ۔ مورن پلوامہ

جواب: غسل جنابت میں ایک عورت کو سر کے بال بھی دھونے ضروری ہیں مسح سے غسل جنابت درست نہیں ہوسکتا، کیونکہ پہلے زمانے میں عورتیں اپنے سر کے بال گوندھتے تھیں، آج بھی پہاڑی علاقوں میں کہیں کہیں ایسا کرتے ہیں، اُن کیلئے مسح ہے کہ اپنے ہاتھ بھگو کر پورے سر پر پھیر دے، لیکن آج کل شہر یا باقی دیہاتوں میں ایسا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ جن عورتوں کے بال گوندھے ہوئے نہ ہوں اُن کیلئے سر کا دھونا بھی فرض ہے۔ مرد اور عورت کا غسل جنابت یکساں ہے فرق اتنا سا ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ فقط واللہ اعلم

سوال: کیا کفن صرف سفید رنگ ہی ہونا چاہیے، جبکہ موجودہ حالت میں کئی مرتبہ میں نے خود بھی دیکھا کہ کچھ لوگ بغیر کفن اپنے ہی پہنے ہوئے کپڑوں میں دفن کیا گیا، اگر سفید کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کا پہنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

عبدالرشید میر۔ کولگام

جواب: کفن کیلئے سفید کپڑا افضل ہے، اس کے علاوہ بھی جائز ہے۔ جو رنگ اور کپڑا حالتِ حیات میں جائز ہے وہ کفن کیلئے بھی جائز ہے اور جو حالت حیات میں ناجائز ہے وہ کفن کیلئے بھی ناجائز ہے۔ ''فالا فضل ان یکون التکفین بالثیاب البیض وبعد عبارۃ البرد والکتان والقصب کل ذلک حسن ...... اعتباراً باللباس فی حال الحیاۃ'' فقط واللہ اعلم بالصواب

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ کی ہر بات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

www.khanqah.in

www.khanqah.in

عورتوں کا کالم

رمضان میں صیام وقیام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور جس نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے قیام کیا (تراویح) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب سمجھے ہوئے قیام کیا اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" (مشکوۃ المصابیح ص ۱۷۳ از بخاری و مسلم)

اس مبارک حدیث میں رمضان شریف کے روزے رکھنے پر پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے اور رمضان کی راتوں میں قیام یعنی تراویح و نوافل پڑھنے اور شب قدر میں قیام کرنے کی فضیلت بتائی ہے، اور قیامِ رمضان وقیامِ شب قدر پر بھی گذشتہ گناہوں کی معافی کا اعلان فرمایا ہے، رمضان المبارک میں راتوں کو نمازیں پڑھتے رہنا قیامِ رمضان کہلاتا ہے۔ نمازِ تراویح مردوں اور عورتوں سب کیلئے بیس رکعات سنت مؤکدہ ہے اور مردوں کیلئے یہ بھی مسنون ہے کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھیں، حافظ ہوں تو خود قرآن سنائیں ورنہ دوسروں کا قرآن سنیں، رمضان میں قرآن پڑھنے اور سننے کا ذوق بڑھ جانا مؤمن کے ایمان کا تقاضا ہے، جو لوگ نمازِ تراویح میں سُستی کرتے ہیں، یا حافظ ریل کو تراویح پڑھانے کیلئے تجویز کرتے ہیں تا کہ جلدی فارغ ہو جائیں، ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں، سال میں ایک ماہ کیلئے تو یہ کا موقعہ نصیب ہوتا ہے اس میں بھی مسجد اور نماز سے لگاؤ نہ ہو، اور جلدی بھاگنے کی کوشش کریں جیسے جیل میں بھاگ رہے ہوں، بہت بڑی محرومی ہے، ایسے لوگ تراویح کے علاوہ کیا نفل پڑھتے، تراویح جو سنت مؤکدہ ہے اسی کو بددلی سے پڑھتے ہیں بلکہ پڑھنے کا نام کر کے جلد سے جلد جا کر لہو ولعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہت سی عورتیں روزے تو خوب رکھتی ہیں اور شب قدر میں بھی خوب خوب جاگ لیتی ہیں لیکن تراویح پڑھنے میں سُستی کرتی ہیں۔

اے ماؤ، بہنو! آخرت کے کاموں میں غفلت نہ برتو، تراویح پوری بیس رکعات پڑھا کرو، اگر بالفرض کسی وجہ سے مثلاً، بچوں کے رونے یا اُن کے مریض ہونے کی وجہ سے شروع رات میں پوری تراویح نہ پڑھ سکو تو جب سحری کے لئے اُٹھو اسوقت پوری کر لو، بلکہ اگر شروع رات میں پوری ہی نماز تراویح رہ جائے تو پوری بیس رکعتیں سحر کے وقت پڑھ لو۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں! فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ رمضان المبارک میں حضور اقدس ﷺ کو بحالت جنابت صبح ہو جاتی تھی، اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر آپ غسل فرما کر روزہ رکھتے تھے۔ (بخاری و مسلم) مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی، پھر طلوع آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی، اس طرح سے روزہ کا کچھ حصّہ حالت جنابت میں گذرا، اس لئے کہ روزہ بالکل ابتداء صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے اسطرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔

روزہ عذر کی وجہ سے بعد میں رکھ سکتاہے! حضرت معاذہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ (رمضان کے مہینے میں) کسی عورت کو حیض آجائے تو روزوں کی قضا رکھتی ہے اور (عموماً ہر مہینہ حیض آتا رہتا ہے رمضان ہو یا غیر رمضان) نمازوں کی قضا نہیں پڑھتی، یہ سُن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تو نیچری (احکام شریعت میں ٹانگ اُڑانا) ہوگئی ہے؟ میں نے کہا میں نیچری نہیں ہوں صرف معلوم کر رہی ہوں، اس پر حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں ہم کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا تھا اور روزوں کی قضا کا حکم ہوتا تھا (مسلم) حضرت معاذہؒ ایک تابعی عورت تھیں، بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، حضرت عائشہؓ کی خصوصی شاگردی کا شرف حاصل ہے، انہوں نے اُن سے پوچھا اَحَرُوریّۃ اَنتِ یعنی کیا تو حروریہ ہوگئی ہے؟ حروراء ایک گاؤں تھا وہاں خوارج کا جمگھٹا تھا، یہ لوگ دین اور شریعت کو اپنی عقل کے معیار سے جانچنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی سمجھ کی ترازو میں تولتے تھے، اسی لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت معاذہؒ سے فرمایا کہ تو دین میں اپنی عقل کا دخل دے رہی ہے، یہ تو اُن لوگوں کا طریقہ ہے جو حروراء بستی میں رہتے ہیں اسی لئے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ "نیچری" سے کر دیا ہے، بہت سے لوگ دین کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا تو منکر ہوتے ہیں یا اعتراض کرتے ہیں، ایسے لوگ ہمارے اسلاف کی زبان میں نیچری کہلاتے ہیں کیونکہ اپنے نیچر کی پچّر دین میں لگانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں، درحقیقت یہ ایک بہت بڑا روگ ہے جو دل میں حقیقی ایمان راسخ نہیں ہونے دیتا۔

ماہِ مبارک کا مُبارک پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ کا نظام ایسا ہے کہ اگر آدمی گناہ کرے گا، گناہ سے توبہ نہیں کرے گا تو آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی اور اگر توبہ کرے گا آخرت کی پکڑ سے بچ جائے گا تو رمضان شریف خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے، اور اجر اللہ اس میں سترّ گنا کر دیتا ہے تا کہ بندے کو موقع ملے کہ وہ اچھے کام کرے اور اس کا اس کو بہتر سے بہتر اَجر ملے یہ اللہ کی مزید رحمت ہے کہ عام دنوں میں نیکی کرنے کا ثواب کا اَجر اس میں سترّ گنا دیتا ہے، اور اس میں بھی کہ آدمی گناہ کرنے کا جب ارادہ کرتا ہے تو اس وقت تک گناہ لکھا نہیں جاتا جب تک کہ گناہ نہ کرلے اگر گناہ کر لیتا ہے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے، آپ دیکھئے اللہ کی رحمت کا حال کہ آدمی گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو نہیں لکھا جاتا ہے جب وہ کر لیتا ہے تو گناہ لکھا جاتا ہے وہ بھی ایک گناہ، لیکن نیکی کا ارادہ کرے تو ایک نیکی اسی وقت لکھ لی جائے گی، صرف ارادہ پر۔ اور جب کرے گا تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی یہ اللہ کی رحمت کا حال ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح بندے مصیبت سے بچ جائیں، کسی طرح وہ آخرت میں نجات پا جائیں، کسی طرح وہ صحیح کام کریں، اور اس کیلئے صرف ترغیب ہی نہیں دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا موقع زیادہ سے زیادہ عطا فرمایا ہے اور رمضان اس کا بہترین موقع ہے کہ اس میں اَجر سترّ گنا بڑھ جاتا ہے، اب اگر ہم اس سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو بڑی محرومی کیا بڑی بے عقلی کی بات ہوگی کہ اللہ نے گویا ہماری دعوت کر دی ہے، جیسے ایک عام کھانا ہوتا ہے اور ایک دعوت کا کھانا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں گویا ہماری دعوت کر دی ہے، اَب ہم دعوت میں بھی شریک نہ ہوں، ہم دعوت سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو یہ ہماری بے عقلی ہے، عام کھانا ہوتا ہے ایک آدمی کیلئے اور ایک دعوت ہوتی ہے تو یہ دعوت ہے اللہ کی طرف سے کہ نیکی کرو خوب پاؤ، نیکی کرو خوب لوٹو، یہ لوٹنے کا موقع ہے اور اس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا عشرہ آگ سے خلاصی کا ہے، اللہ تعالیٰ انتظار کرتا ہے اس چیز کا کہ ہمارے بندے زیادہ سے زیادہ اس چیز سے فائدہ اُٹھائیں اللہ کی رحمت حاصل کریں، اللہ کی رحمت کے مستحق ہوں اور اس کے بعد دوسرے عشرہ میں مغفرت کے یعنی گناہوں سے معافی کے مستحق ہوں اور تیسرے عشرہ میں کسی طرح آگ سے نجات پا جائیں، کسی طرح جہنم سے نجات پا جائیں۔

تو آپ سوچئے! کہ اس رحمت کی کوئی حد ہے کہ جو عذاب ملنے والا ہے، گناہوں کی وجہ سے اور جو عذاب طے شدہ ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ عذاب نہ ملنے، بندے اس سے بچ جائیں اور ان کو بچانے کی طرح طرح کی تدابیر اللہ نے کر رکھی ہیں، ایک تو یہ اَمر ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرو، لوگوں تک حق بات پہنچاؤ، لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرو تا کہ لوگ نیکی اختیار کریں اور بُرائی سے بچیں، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کبھی رمضان کے ذریعہ سے، کبھی حج کے ذریعہ سے اور مختلف طریقے سے اَجر کو بہت زیادہ کر دیتا ہے تا کہ جو کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ اس کے نتیجے میں دَب جائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّئَاتِ" کہ نیکی چھوٹی برائیوں کو خود مٹا دیتی ہیں۔ یعنی آدمی کوئی چھوٹی غلطی کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی پکڑ ہو سکتی ہو اور پھر کوئی بڑی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کی غلطی کو معاف کر دیتا ہے، نیکی خود معاف کرا دیتی ہے، بہت سے گناہوں کو، اس لئے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہیے عام دنوں میں بھی اور رمضان میں بھی، یہ تو ایک دعوت ہے کہ اس میں لوٹ لے آدمی جتنا لوٹ سکتا ہو، لٹائی جا رہی ہیں نیکیاں اور اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں شیاطین کو بند کر دیتا ہے، مہینہ بھر کیلئے، اللہ کے جو نیک بندے ہیں، وہ شیطان کے چکر میں نہیں آتے ہیں، جبکہ شیطان اپنی پوری کوشش کرتا ہے تو رمضان میں شیطانوں کو اللہ تعالیٰ بند کر دیتا ہے کہ تم اس مہینہ میں ہمارے بندوں کو نہیں بہکا سکتے ہو تو اس طریقہ سے مختلف شکلیں اللہ نے پیدا کی ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی، اپنے کو برائی سے بچانے کی اور آخرت میں اپنے لئے نعمت حاصل کرنے کے ان مواقع سے فائدہ اُٹھائیں اور اس میں کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ اللہ نے روزہ ایسا نہیں بنایا کہ آدمی مسلسل بھوکا رہے اس میں یہ ہے کہ دن میں تو آدمی نہیں کھاتا ہے رات میں کھاتا ہے کہ آدمی اپنی خواہشوں کے مطابق جو چاہے کھائے، دن میں پرہیز کرے، لیکن صرف کھانے سے ہی پرہیز نہیں ہے بلکہ غیبت سے، جھوٹ بولنے سے اور ان چیزوں سے بھی پرہیز بتایا گیا ہے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر آدمی ان چیزوں سے نہیں بچتا ہے جھوٹ سے، غیبت سے، بُرے کاموں سے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آدمی بھوکا رہے، یہ تو بھوکا رہنا ہی ہے کہ روزہ اللہ کے یہاں روزہ کہلائے گا ہی نہیں۔

روزہ تو یہ ہے کہ آدمی برائیوں سے بھی پرہیز کرے، جو اس کی عادت پڑ گئی ہے، کہ جھوٹ بول رہا ہے، غیبت کر رہا ہے اور دنیا کی بے ہودہ باتیں کر رہا ہے ان سب سے پرہیز کرنا ضروری ہے، روزہ فقہ کے لحاظ سے اور مسئلہ کے لحاظ سے تو ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ روزہ مقبول ہونا مشکل ہے، تو آدمی کھانا تو چھوڑ دیتا ہے، لیکن دوسری معصیتوں میں مبتلا رہتا ہے، جھوٹ بولنے میں اور غیبت وغیرہ میں تو اس سے اس کا روزہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ منظور کرے گا یا نہیں کرے گا یہ اس کا معاملہ ہے لیکن یہ تنبیہ کر دی گئی ہے یہ بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ بلاوجہ بھوکے رہیں، آپ تو بھوکے ہی رہے اسلئے کہ آپ نے وہ عمل تو کیا نہیں جو اللہ کو مقبول وپسندیدہ ہو، تو ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے، دوسرے یہ کہ جتنے نیکی کے کام ہو سکتے ہیں، جن کے کرنے کی اللہ تعالیٰ استطاعت دے وہ کرنے چاہئیں، نیکی میں ایک تو اہم نماز ہے، نماز کا اہتمام کرنا چاہیے اور تلاوت کرنا چاہیے، نماز کا اہتمام کرنا چاہیے اور تلاوت کرنا چاہیے، قرآن مجید کا اس مہینہ سے خاص تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن مجید اسی مہینہ میں اُتار آسمانِ دُنیا پر، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے جیسی ضرورت پڑی اُتارا، تو اس مہینہ کو قرآن مجید سے بڑی مناسبت ہے تو اس میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہیے، قرآن مجید سننا بھی چاہیے اور پڑھنا بھی چاہیے، اپنے اوقات کو قرآن مجید پڑھنے سے اور سننے سے بھر دینا چاہیے۔

قرآن مجید کی تلاوت خود ایک عبادت ہے کہ قرآن مجید کے ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو اَب آپ سوچئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا کتنی نیکیاں حاصل کر سکتا ہے اور ہر حرف پر ہر لفظ پر نہیں ہر حرف پر نیکی ہے اور فرمایا ہے کہ "الٓمٓ" میں الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے، الٓمٓ، جہاں کہا، آدمی نے صدق دل کے ساتھ، اللہ کی رضامندی کو سامنے رکھ کر تو اس کو ۳۰ نیکیاں مل گئیں، جب اس نے الٓمٓ ادا کیا، لیکن شرط یہی کہ ہے اللہ کیلئے جو کر رہا ہو، اللہ کو راضی کرنے کیلئے کر رہا ہو، اور اس کو ثواب کی نیت سے کر رہا ہو، جو ثواب اللہ نے رکھا ہے تب اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے لیکن اگر کھیل تماشہ میں کہتا ہے یا جی کہیں اور لگا ہوا ہے تو اسکا معاملہ مختلف ہے تو اس میں کر سکتا ہے تو تلاوت کرنی چاہیے، نوافل پڑھنا چاہیے۔

خانقاہِ ابرار اسلام آباد میں دینی مجلس

مؤرخہ 14/ جولائی 2013ء بروزِ اتوار صبح 10:30 سے نمازِ ظہر تک خانقاہِ ابرارئ بستی کھنہ بل اسلام آباد میں حضرت مولانا حمید اللہ لون صاحب دامت برکاتہم کی ایک دینی مجلس ہوگی۔ عامۃ المسلمین کو عموماً اور متعلقین حضرات کو خصوصاً شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

منتظمین مجلس۔ خانقاہِ ابرارئ بستی کھنہ بل اسلام آباد کشمیر

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے..........

وقت ''قمر در عقرب'' والی تاریخ کو منحوس سمجھنا، سنیچر یا بدھ کو منحوس سمجھنا، غیر شادی شدہ لڑکا یا لڑکی کے دیگچی یا بھگونے میں کھانے سے ان کی شادی میں بارش ہونے کا شگون لینا، اسی طرح رات کے وقت، یا پیر وجمعرات کے دن ناخن کاٹنے کو منحوس سمجھنا، ایسے ہی کوے کے چیخنے سے مہمان کے آنے، اور بلی کے راستہ کاٹنے سے کام کے بگڑنے کا شگون لینا، اور علم رمل وجفر سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا وغیرہ، محض اٹکل پچو اور من گھڑت باتیں ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، لہذا اس طرح کے تمام توہمات سے کلی اجتناب برتا جائے۔ (المسائل المهمة : ۱/ ۲۹)

بلاعذرِ شرعی ترکِ جماعت پر وعید شدید: بلاعذرِ شرعی جماعت کی نماز کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے، اور اسلام کے بڑے شعار کو ترک کرنا ہے، فقہاء کرام کے نزدیک اس (جماعت چھوڑنے والے) کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور وہ گنہگار ہوگا، حدیث شریف میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لم تقبل منه الصلوة التي صلّى''۔
(المسائل المهمة: ۱/ ۴۱)

بیل بوٹم پینٹ اور شارٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھنا: آج کل بیل بوٹم پینٹ (پتلون) اور شارٹ شرٹ (چھوٹے قمیص) کا رواج عام ہو چلا ہے، جب اس کو پہننے والا سجدہ اور رکوع میں جاتا ہے تو شرٹ اوپر کی طرف اور پینٹ نیچے کی طرف کھسک جاتی ہے، اور ان آٹھ اعضاء میں سے ایک عضو کا اکثر حصہ کھل جاتا ہے، جس کا چھپانا شرعاً واجب ہے، جس کی وجہ سے خود اس کی نماز فاسد، اور دوسرے کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، اس لیے اس طرح کا لباس پہننا شرعاً مکروہ تحریمی ہوگا۔ (المسائل المهمة: ۱/ ۴۵)

حقوق العباد کے متعلق کچھ بنیادی تفصیل

اسلام میں حقوق العباد کا شعبہ انتہائی اہم ہے: آج کے دور میں تمدن کی ترقی کا غلبہ ہے ہم اپنے آپ کو پہلی نسلوں سے اور آج چند قوم اپنے آپ کو دوسرے سے زیادہ مہذب گردانتے ہیں۔ یہ نظریہ اتنی شدومد سے دورایا جارہا ہے کہ گوئبلر کے نظریہ جھوٹ کے مصداق سب سوچنے کی صلاحیت منجمد ہو کر رہ گئی ہے۔ کیا تہذیب وتمدن، چوری، ڈاکہ، قتل وغارت، لوٹ کھسوٹ، افراتفری، بے ایمانی، فحاشی، غنڈہ گردی، بدزبانی، بداخلاقی کا نام ہے؟ کیا ایسا معاشرہ جس میں اخلاقی گراوٹ ہو، ذہنی انتشار ہو، تہذیب یافتہ کہلانے کا سزاوار ہے؟

کیا مجموعی طور پر آج کا انسان ماضی کے انسان کی نسبت زیادہ خوش اور مطمئن ہے؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر وہ تہذیب کدھر گئی، جس کا ہم زور وشور سے پرچار کرتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آج کے نظریہ تمدن کا تمام زور اس بات پر صرف کیا جارہا ہے کہ ہمارے پاس مادی وسائل زیادہ ہیں، یا ہم گزشتہ نسلوں کے نسبت مادی وسائل سے زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ بات درست سہی! لیکن تہذیب صرف مادی آسائشوں کا نام تو نہیں ہے۔

کسی تہذیب کی نفاست کا انحصار اس کی مادی ترقی پر ہوتا ہے لیکن اس کے معیار اور بقا کا انحصار اس کی روحانی ترقی پر ہوتا ہے۔ آج کے انسان نے مادی آسائشوں کی دوڑ میں روحانی پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے مادی ترقی کے باوجود ذہنی سکون سے عاری ہیں۔ آج انسان مادیت کی دوڑ میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مادی مسائل کا حصول کن ذرائع سے کر رہا ہے، اپنے کتنے بھائیوں کی حق تلفی کر رہا ہے۔ (جاری)

دار العلوم سواء السبیل آپ کی خدمت..........؟

دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمد للہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دار العلوم سواء السبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اب دار العلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاون کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کر سکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لا سکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کر سکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

شادی کے موقعہ پر نماز سے عورتوں کی غفلت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ نور اللہ مرقدہٗ

بیاہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اکثر نمازیں قضا کر دیتی ہیں، اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں اور دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں۔ نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے، کیسی بے جا بات ہے؟ اسی طرح جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے اُن میں رمضان کے روزے بھی رکھنا ہے، پُرانی عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں تو کوتاہی کرتی ہیں مگر روزوں میں مردوں سے آگے رہتی ہیں مگر آج کل کی اُبھرتی ہوئی نسل، اسکول وکالج کی پروردہ پود روزہ نماز دونوں سے غافل ہے، غافل ہی نہیں نماز روزہ کا مذاق اُڑاتی ہے اور اسلام کے کاموں پر فقرے کسے جاتے ہیں، دُنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا آخر مرنا ہے، قبر کی گود میں بھی جانا ہے، یہ ٹیڈی فیشن اور موڈرن اسٹائل وہاں کیا کام دے گا، اَفسوس آخرت کی فکر نہیں کرتے گویا ہمیشہ اسی دُنیا میں رہیں گے۔ ''یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ''، عورت کو چاہے پاک دامن رہے، عزّت وعصمت محفوظ رہے، نسوانیت کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور بس! نامحرموں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام کرنا نظریں نیچی رکھنا بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا اور کسی مجبوری سے نکلنا پڑے تو کسی محرم کو ساتھ لیکر خوب پردے کا خیال کرتے ہوئے نکلنا ان چیزوں سے عورت کو عفت وعصمت محفوظ رہ سکتی ہے۔ آج کے دَور میں یہی چیزیں ناپید ہو رہی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی بہت سی لڑکیاں تو پردہ کا مذاق بناتی ہیں اور شرم وحیا کو عیب سمجھتی ہیں کالج کے طلبہ اور طالبات آپس میں فرینڈ (دوست) بن جاتے ہیں، جو چیزیں خلافِ عصمت ہیں وہ دوستی میں نبھ جاتی ہیں، پھر بن بیاہی ماؤں کی اولاد کوڑے کے ڈھیروں اور نالوں کی گہرائیوں میں پڑی ملتی ہے، سب نظروں کے سامنے ہے مگر آنکھوں پر ایسے پردے پڑے ہیں کہ شریعت کی پابندیوں کے مطابق بہو بیٹیوں کو چلانے پر مرد بھی راضی نہیں ہیں، آخر ان کے ذہن بھی تو دُشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ نے مسموم کر دیئے ہیں اور آزادی کا زہر پلا کر سب کے دماغوں کو فالج زدہ کر دیا ہے حق بات کوئی اثر نہیں کرتی۔ ''فَسَيَعْلَمُ الَّذِیْ ظَلَمُوا ای مُنقلب يَّنْقَلِبُوْن'' عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے شریعت میں شوہر کے بڑے حقوق ہیں قرآن شریف میں فرمایا ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْض'' مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ'' اور مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ان آیتوں میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور سردار بتایا ہے، اولاد کی پرورش خانگی امور مرد وعورت دونوں ہی کے باہمی میل محبت اور مشورہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن شوہر کا مرتبہ بڑا ہے، مردوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت وطاقت زیادہ دی ہے، وہاں اُسے سمجھ بھی زیادہ دی ہے، حوصلہ، ہمت، بہادری، دلاوری مردوں میں زیادہ ہے، اِلَّا ماشآء اللہ۔ ان اوصاف کی وجہ سے مرد کو برتری دی گئی ہے اور اسے عورت کا سردار بتایا گیا ہے، جو سردار ہے اُس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے ورنہ کاموں میں خلل پیدا ہو جاتا ہے دَورِ حاضر کی فیشنیبل عورتیں مرد کی سرداری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اپنے کو بیوی اور شوہر کو شوہر کہنے کو بھی آبرو کے خلاف سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے بیوی نہیں بلکہ فرینڈ کہو۔ بیوی کہنے میں انسلٹ ہے۔ شریعت نے عورت کے لئے کسی ایک مرد سے نکاح کر کے خاص اسی مرد کے ماتحت رہنے کا جو قانون بنایا ہے، اسی دوستی والی بات ہی کو تو ختم کیا ہے۔ دوستی میں ایجاب وقبول، نکاح، گواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے دل ملا، آنکھ لگی ساتھ ہو لیے، یہ طریقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے راستہ کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ آج انسان اپنی انسانیت کی قیمت بھی نہیں پہچانتا۔ زندگی کے رُخ کو محض حیوانیت پر ڈالنے کو کمال ترقی سمجھنے لگا ہے۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 25 | 12 July 2013 | Friday

Widely Circulated Weekly News Paper

MUBALLIG

Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 13-07-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت

صرف رمضان کے 26 دنوں میں!!!

اعداد و تقدیم: (مولانا) حذیفہ بن غلام محمد وستانوی
ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ذیل میں عقائد، احکام، حقوق العباد اور اخلاق سے متعلق اسلام کی بنیادی تعلیمات و احکام ۲۶ حصوں میں منقسم کئے گئے ہیں۔ علماء، طلباء اور ائمہ مساجد سے گزارش ہے کہ وہ ذمہ داران مساجد سے مشورہ کر کے اس کی تعلیم کا انتظام کریں۔

عقائد پاکستان کے مشہور و معروف ماہنامہ ''آبِ حیات'' کے اسلامی عقائد نمبر سے اور احکام جامعہ کے شعبہ دارالافتاء سے مطبوعہ کتب ''ابتلاء عام اہم مسائل-۱، ۲، ۳، ۴'' اور محقق و مدلل جدید مسائل'' اور غیر مطبوعہ کتاب ''احکام ارکان خمسہ'' اور حقوق العباد ''حضرت تھانویؒ کی کتاب اشرف الارشاد فی حقوق العباد اور ہارون معاویہ کی حقوق العباد کی فکر کریں'' اور اخلاق حضرت تھانوی کی کتاب ''اسلام کے بنیادی احکام'' اور ہارون معاویہ کی ''اسلامی اخلاق کے رہنما اصول'' سے ماخوذ ہے۔

(۱) اسلامی عقائد: رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ابدی اور سرمدی پیام حیات لے کر آئے، اٹل فیصلے اور محکم قوانین لے کر جلوہ گر ہوئے، الٰہی تعلیمات اور ربانی احکام کے ساتھ مردہ دلوں کو حیات نو کا مژدہ جانفزا سنانے آئے ظلمت خانوں کے لئے روشنی کا چراغ بن کر آئے خرافات، اختراعات، اور بدعات کی جگہ سنہری اور عمدہ دستور زندگی لائے، دین اسلام کی بنیاد انہی ہدایت و تعلیمات پر رکھی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔

عقیدہ کے معانی: عقائد عقیدہ کی جمع ہے۔ لفظ عقیدہ عقد سے بنا ہے، جس کا معنی ہے گرہ لگانا، باندھنا، عقیدہ کا معنی ہوا گرہ لگائی ہوئی، باندھی ہوئی چیز (2) دو چیزوں کا باندھنا، پکا کرنا، عہد و پیمان کرنا (مخزن) (3) اعتقاد کا لفظ اسی سے ہے، جس کا معنی تصدیق کرنا، نہایت پختہ ارادہ رکھنا، دین بنانا معلوم ہوا عقیدہ انسان کے عزم صمیم، ارادۂ کامل، پختہ اور اٹل نظریات و خیالات کا نام ہے، جو انسان کے قلب و دماغ پہ حکمرانی کرتا ہے، اور یہی عقیدہ انسان کے اعمال کا محرک ہوتا ہے، عقیدہ کی مثال ایک بیج کی ہے، اور عمل کی مثال اس بیج سے اگنے والے پودے کی ہے، ظاہر ہے کسی پودے میں وہی خصوصیات ہوتی ہیں جو اس کے بیج کی، بیج عمدہ اور درست ہوگا تو پودا بھی عمدہ ہوگا، اور اگر بیج ہی ناقص ہوئی تو اس سے ایک تناور درخت یا خوب صورت پودا کیسے تیار ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اگر انسان کا عقیدہ درست ہوگا، تو اعمال بھی درست ہوں گے، اور جب عقیدہ خراب ہوگا تو پھر اعمال کا خراب ہونا واضح ہے۔

عقیدہ کا اثر: چوں کہ عقیدہ و ایمان کا تعلق انسان سے ہے اور انسان صرف گوشت، پوست اور ہڈیوں کا نام نہیں ہے بل کہ ظاہری جسامت اور بناوٹ کے ساتھ ساتھ اس کے خیالات و نظریات کو بھی اس میں شامل سمجھنا چاہیے کوئی انسان نظریات سے خالی نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ کسی کا اعتقاد و نظریہ مادی اور مالی اسباب پر ہے اور کسی کا صرف اللہ تعالیٰ کے فرمودات و ارشادات پر، انسان کے دماغ میں کچھ خیالات ابھرتے ہیں جو رفتہ رفتہ انسانی قلب پر نقش ہوجاتے ہیں انسانی جسم کے ڈھانچے میں ''دل'' (قلب) ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور یہی دل خیر و شر، نیکی و بدی کا سرچشمہ ہوتا ہے اگر دل میں نیکی کرنے کا جذبہ پیدا ہوجائے تو انسان نیک کام کرتا ہے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''الا و ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الا و هي القلب'' (بخاری شریف)

جسم انسانی میں گوشت کا ایسا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو سارا جسم درست ہے اور اگر اس میں فساد ہے تو سارے جسم میں فساد ہے، ہاں اور وہ ٹکڑا ''دل'' ہے۔

عقیدہ کی اہمیت اور اس کا مقام: اسلام کے عقائد کی مثال بڑی عجیب ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال ایک محل سے دی ہے ظاہر ہے کہ محل یا عمارت کسی ایک چیز کو نہیں کہا جاسکتا، صرف چھت کو محل نہیں کہا جاسکتا اسی طرح اللہ کی بتائی ہوئی کسی ایک بات کو مان کر باقی سب کے انکار کو ایمان نہیں کہا جاسکتا اللہ نے جو جو احکام دیئے ان میں سے کسی کی حیثیت محل کی اساس کی ہے، کسی کی محل کی، کسی کی دیواروں کی، کوئی ستون کی حیثیت رکھتا ہے اور کوئی چھت کی اور کوئی ظاہری ٹیپ ٹاپ کی حیثیت رکھتا ہے، گویا ایمان اور اسلام ایک محل ہے اور باقی تمام چیزیں مل کر محل بنا ہے، قصر اسلام میں جو جو احکامات اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں کو ایمانیات اور عقائد کہا جاتا ہے۔

اسلامی عقائد کیا ہیں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق عقائد سے ہے، دوسری جن کا تعلق اعمال سے ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بنیاد و اساس اصلاح عقائد تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے بیشتر حصہ میں انسانی عقائد کی اصلاح پر زور دیا، چوں کہ عقائد کی اصلاح بہت ضروری ہے انسان کے عمل میں کمزوری اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے عمل نہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوجاتا لیکن عقیدہ کی کمزوری اللہ تعالیٰ کے یہاں ناقابل معافی ہے، جس انسان کا عقیدہ خراب ہوگا اس کا کوئی بھی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول و منظور نہیں ہوگا، اس لیے اب عقائد جاننے اور سمجھنے چاہئیں جن کی تعلیم دی گئی ہے، عقائد کے باب میں کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے یہ انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم حرکت ہے یہ یہودیوں کا طریقۂ واردات تھا، جو بعض باتوں کو تسلیم کرتے تھے اور بعض کا صاف انکار کر دیتے تھے اپنے مطلب و منشاء کی بات کو سینہ سے لگایا، اور اسے مسترد کر دیا جس سے ان کے موقف و خیال پر چوٹ پڑتی تھی۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ نؤمن ببعض ونکفر ببعض (ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں) کی بجائے امنا و صدقنا کہا جائے کہ ہم اللہ کے تمام احکامات کی بجا آوری کریں گے، تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے، تمام ہدایات کی روشنی میں کام کریں گے، من مانیوں سے اجتناب و احتراز کریں گے اسی میں نجات و فلاح ہے۔

اسلامی عقائد: اب اسلام کے ان بنیادی عقائد و نظریات کی طرف توجہ کی جائے، جو اسلام نے ایک حکمت کے تحت بتائے ان کو تسلیم کرنے سے انسان کا فائدہ ہے اور انہیں نہ ماننے سے انسان کا سراسر نقصان ہے۔ سورۃ البقرہ میں نیکی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ ولكن البر من امن بالله و اليوم الآخر والملئكة والكتاب والنبيين (البقرہ)۔ کامل نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا، آخرت کے دن پر ایمان لایا، فرشتوں پر ایمان لایا، کتابوں پر ایمان لایا، اور انبیاء پر ایمان لایا۔

یہاں پانچ چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔
اللہ کی ذات پر ایمان۔ آخرت پر ایمان۔
فرشتوں پر ایمان۔ کتابوں پر ایمان۔
نبیوں پر ایمان۔

دوسرے مقام پر حضرت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص طور پر ایمان لانے کا ذکر بھی موجود ہے (لتؤمنن به) اور قرآن حکیم پر بالخصوص ایمان لانے کا ذکر بھی ہے، اور ان کا انکار کرنے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے کہ جو ان پر ایمان نہیں لائے گا وہ کافر ہے۔

اللہ کی ذات عالی پر ایمان لانے کا بار بار ذکر کیا گیا، اور اللہ کو اپنا معبود برحق قادر مطلق اور رب ماننے والوں کو بشارت سنائی گئی۔

ارشاد باری ہے ''ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة'' (حم السجدہ)۔ جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس بات پر ڈٹ گئے، ان پر اللہ کے فرشتے اترتے ہیں۔

امہات العقائد: یوں تو قرآن و سنت میں بے شمار عقائد موجود ہیں مگر ان میں تین عقیدے بڑے ہیں ''توحید، رسالت اور عقیدۂ آخرت'' ان تینوں عقائد کو ''امہات العقائد'' کہا جاتا ہے ان عقیدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پورا نظام لے کر آئے ہیں، اس نظام کی مثال ایک محل کی ہے اور یہ عقیدے اس محل کی بنیادوں کا کام دیتے ہیں، وہ نظام ان ہی تینوں بنیادوں پر کھڑا ہوتا ہے، انبیاء کے اس نظام کو وہی شخص تسلیم کرتا ہے جو ان تین بنیادوں کو مان لے۔ انسانی فکر اور عقیدے کے لحاظ سے ان بنیادوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

بدشگونی اور بدفالی جیسے قبیح توہمات: آج کل بدشگونی اور بدفالی کے بعض قبیح توہمات معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، جیسے ماہ صفر میں شادی کرنے کو منحوس سمجھنا، شادی کے//

بقیہ صفحہ 7 پر......